

رسول اکرم ﷺ کا طریق دعوت اور وفود عرب

حافظ محمد حماد ☆

سیرت نبوی ﷺ کا ایک اہم باب اور عنوان ”وفود عرب کی بارگاہ رسالت میں آمد ہے۔“ قدیم مآخذ سیرت میں عموماً فتح مکہ کے بعد اشاعت اسلام کے ضمن میں وفود عرب کا تذکرہ ہوا ہے، ۱۰/۹ھ میں یہ وفود اس کثرت سے آئے کہ مؤرخین اور سیرت نگاروں نے اس سن کو ”عام الوفود“ قرار دیا۔ متعدد مؤرخوں اور سیرت نگاروں نے ان وفود کی تفصیلات قلم بند کیں^(۱) اردو ادب سیرت میں فقط انہی وفود کو لیا گیا ہے۔ جن سے سیرت نبوی ﷺ کے کسی خاص پہلو پر روشنی پڑتی ہے۔^(۲)

ان وفود کے مطالعہ سے جہاں سیرت طیبہ کے کئی نمایاں پہلو اجاگر ہوتے ہیں وہاں قبائل عرب کی جغرافیائی حالات، ان کے معتقدات، میلانات و رجحانات اور بدوی مزاج کا بھی پتہ چلتا ہے، یہ وفود پورے جزیرہ نما عرب کے مختلف گوشوں سے حاضر خدمت ہوئے تھے، اور جو قبائل اپنے نمائندے یا ترجمان کی حیثیت سے صحبت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے، ان کے ارکان کی تعداد بعض اوقات چار سو یا اس سے زائد ہوتی تھی۔ بعض وفود اسلام قبول کرنے کے لیے آتے اور بعض تعلیم و تربیت کے لیے حاضر خدمت ہوتے اور بعض امن و صلح کے لیے بھی آئے۔ رسول اللہ ﷺ ہر قبیلہ کے سردار یا قائد کو عموماً ذمہ دار بناتے کہ وہ اپنے قبیلہ میں دعوت کا فریضہ سرانجام دے۔ اس طرح یہ وفود بذات خود دعوت و تبلیغ کا اہم اور مؤثر ترین ذریعہ تھے۔^(۳)

قبائل عرب اپنے وفود کی روانگی کے لیے بڑا اہتمام کرتے تھے۔ اس کے لیے شیوخ و سردار، اعیان و اشراف، شعراء و خطباء اور باشعور افراد کا انتخاب ہوتا تھا۔^(۴) ان سب

☆ اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ افکار و تمدن اسلامی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کے نام خطوط لکھے جاتے تھے^(۵) اور ارکان و فد اپنے روایتی اور قبائلی لباس و ہیئت میں حج حج کر مدینہ منورہ میں حاضر ہوتے تھے،^(۶) یہاں ان کی حیثیت کے مطابق قیام و طعام کا انتظام کیا جاتا تھا۔^(۷) آپ ﷺ ان کی نفسیات و رجحانات کے مطابق معاملہ فرماتے ان کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کرتے اور ان کے مسائل کو حل فرماتے، ذیل میں ان وفد کے ساتھ آپ کے طریق دعوت و تربیت کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے والے ان وفد کا تعلق عرب کے مختلف قبائل سے تھا۔ ان میں چند ایک مشترکہ محاسن و معائب تھے۔ بعض قبائل اپنی انفرادی شان و شوکت رکھتے تھے اور بعض کی وجہ شہرت بہادری اور بعض سخاوت و مہمان نوازی میں مشہور تھے اور پھر ہر قبیلہ عرب میں اپنا مخصوص مقام رکھتا تھا۔

ان دعوتی وفد میں بعض عمدہ خصلت و سیرت کے مالک ہوتے اور بعض سخت مزاج ان میں سردار اور قائد بھی تھے اور قبیلہ کے عام افراد بھی، غرض یہ کہ ہر مزاج اور فکر کا فرد شامل تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے قرآنی دعوتی اصول کے مطابق دعوت حق کو پیش فرمایا۔ آپ نے جس طرح قبائلی اور علاقائی نفسیات کا لحاظ فرمایا اسی کی بدولت ان وفد میں سے اکثریت دولت ایمان سے مشرف ہوئی اور آپ کے حسن اخلاق اور حسن معاملہ کی بدولت جو وفد بظاہر صلح و امن کی غرض سے حاضر خدمت ہوئے وہ بالآخر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان وفد کے مطالعہ سے آپ کے دعوتی طریقہ کار کا پتہ چلتا ہے کہ آپ نے کس قدر نفسیات انسانی کا لحاظ فرمایا۔

ہر وفد کے پہنچنے ہی دعوت دینی شروع نہیں کر دی بلکہ دعوت کے لیے ماحول پیدا فرمایا۔ مجرد دعوت پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ دعوت سے قبل مدعو کی مہمان داری، تکریم و تعظیم کا مکمل اہتمام فرمایا۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

☆ جب رسول اللہ ﷺ کو وفد کی آمد کی اطلاع دی جاتی تو آپ خوب صورت لباس زیب تن کرتے اور صحابہ کرام کو بھی اس کا حکم دیتے۔^(۸)

☆ وفد کے استقبال کے لیے بعض دفعہ مکان سے باہر تشریف لے جاتے اور حسب

حالات اگر قبیلہ کا سردار ہوتا تو بعض دفعہ اس کے لیے اپنی روئے مبارک بچھاتے۔^(۹) ان وفود کی رہائش کا اہتمام ایک صحابیہ رملہ بنت الحارث کے گھر کیا جاتا، اس کے علاوہ کبھی کبھی یہ وفود کسی صحابی جو اسی قبیلہ کا ہوتا اس کے ہاں ٹھہرتے، اور بعض کو آپ مسجد میں ٹھہرانے کا حکم دیتے۔

☆ حضرت بلالؓ اور حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ کو ان وفود کی خاطر و تواضع کے لیے مقرر کیا گیا اور بعض اوقات آپؐ بہ نفس نفیس ان دعوتی وفود کی خاطر و مدارت کرتے اور ان کے حسب حاجت و وظائف اور سفر کے مصارف ادا فرمادیتے تھے۔^(۱۰)

☆ آپؐ آنے والے وفود سے ان کے قبیلہ اور اراکین وفد کا نام پوچھتے اور اگر یہ نام شریعت کے مزاج کے خلاف ہوتے تو تبدیل فرمادیتے اور عمدہ نام تجویز فرماتے۔^(۱۱)

☆ مدینہ منورہ آنے والے ہر وفد کے ساتھ آپؐ عزت و احترام کا برتاؤ کرتے تھے۔ اور اس قدر رواداری کا مظاہرہ فرماتے کہ ان کی بہت سی نازیبا اور ناقابل برداشت حرکتوں کو صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کر لیتے۔

☆ واپسی پر رسول اللہ ﷺ وفد کے ہر رکن کو تحفہ و ہدیہ عنایت فرماتے۔ وفد کے قائد یا قبیلہ کے سربراہ کو دیگر اراکین سے زائد دیا جاتا۔ اور تمام وفود کے لیے یہ حکم دیا کہ ”اجزہم کما تجیز الوفود“^(۱۲) یہی نہیں بلکہ وصال کے وقت آپؐ نے جو آخری وصیت فرمائی ان میں ایک یہ بھی تھی:

”اجیزواالوفود بنحو ما کنت اجیزہم“^(۱۳)

(جس طرح میں وفود کو تحائف اور عطیات دیا کرتا ہوں تم بھی اسی

طرح دیا کرو۔)

اور جہاں تک نفس دعوت و تبلیغ کا تعلق ہے تو یہاں بھی آپؐ نے مخاطب کی ذہنی نزاکتوں کا پورا پورا خیال رکھا۔ واقعہ یہ ہے کہ آدمی کی ذہنیت کو تبدیل کرنا اور اس کے نقطہ نظر یا نصب العین میں انقلاب پیدا کرنا آسان کام نہیں۔ اس کے لیے غیر معمولی ذہانت

حکمت و تدبیر اور سب سے بڑھ کر ایسے استدلال سے کام لینا پڑتا ہے جو مخاطب کو ذہنی طور پر ہموار کر کے نئی بات قبول کرنے پر آمادہ کر سکے۔ جس طرح ایک بیج کی نشوونما کے لیے فقط بیج کی صلاحیتوں پر ہی نظر نہیں رکھنی پڑتی بلکہ زمین کی آمادگی و مستعدی اور فصل و موسم کی سازگاری و موافقت کا بھی لحاظ رکھنا پڑتا ہے، اسی طرح ایک داعی کو بھی لازماً ختم ایمان کی آبیاری کے لیے قلوب و اذہان کی آمادگی و موافقت کو پیش نظر رکھنا پڑتا ہے اور یہ آمادگی اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جب کہ استدلال مستحکم اور پائیدار ہو۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عقائد اور تعلیمات دین کو دلوں میں اتارنے کے لیے ایک طرف تو ایسے دلائل و براہین سے کام لیا جس کا ادراک ایک ادنیٰ سے ادنیٰ عقل رکھنے والا آدمی بھی کر سکتا ہے۔ نیز ان دلائل و آثار میں تنوع کا خیال بھی رکھتا کہ تفہیم و ابلاغ کا حق ادا ہو سکے، اور دوسری طرف رسول اللہ ﷺ نے اہل عرب کی تمام خوبیوں اور خرابیوں، ان کی انفرادی و قومی روایات اور ان کے عادات و خصائل کی رعایت رکھتے ہوئے کشفِ ایمان کی آبیاری کی۔ آفاق کے قوانین و ضوابط، فطرت کے یقینات، تاریخ کے مسلمات، اور بنیادی اخلاقیات میں سے بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کے بارے میں مشرق و مغرب اور عرب و عجم سب ایک ہی نقطہ نظر رکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اور مخاطب کے درمیان انہی قدر مشترک کو تلاش کیا اور اس کو بنائے استدلال بنایا۔ وفود کے مطالعہ سے اس کی چند ایک مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

بعض افراد سلیم الفطرت ہوتے ہیں۔ ان میں اعلیٰ اخلاق و صفات بدرجہ اتم موجود ہوتی ہیں اور اگر کوئی ان کی تعریف و تحسین کر دے اور ان کے اس حسن سیرت و صورت کی نشاندہی کرے تو ان میں مزید بہتری کی تحریک پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس تحریک (Motivation) کی بدولت ان میں احکام نصیب ہوتا ہے اور وہ ہر آن بد اخلاقی سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے والے وفود میں بعض افراد باوجود جاہلی تعصبات کے عمدہ اخلاق و سیرت کے مالک ہوتے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ ایسے وفود و اراکین سے ان کے اخلاقی اوصاف کو مد نظر رکھتے اور دعوت پیش کرتے وقت، وفد کے اراکین یا قائد کیا کے ان صفات عالیہ کا تذکرہ ضرور فرماتے جس سے وہ متصف ہوتے تاکہ

آغاز کلام میں ہی ان کے اندر اس پیغام حق کے لیے تحریک پیدا کر دی جائے جس کی دعوت دی جا رہی ہے اور یہ پیغام بھی اس خاصیت اور صفات کا داعی ہے جس سے وہ متصف ہیں۔ اس طرح ابتداء سے ہی مدعو سے بے تکلف تعارف اور کلمات داد تحسین سے مدعو پر نفسیاتی اثر ہوتا اور وہ دین حق کو قبول کرنے پر آمادہ ہو جاتا۔ اس طرز فکر کی چند ایک مثالیں وفد کے مطالعہ سے ظاہر ہوتی ہیں مثلاً۔

۱۔ وفد اژدہ کی وضع قطع اور خوش کلامی آپ کو بہت پسند آئی۔ آپ نے دعوت پیش کرنے سے پہلے ان سے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے عرض کیا ہم مومن ہیں۔ آپ مسکرائے۔ آپ نے فرمایا۔ ہر بات کی ایک حقیقت ہوتی ہے بتاؤ تمہارے قول اور ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ انہوں نے عرض کیا۔ کہ ہم میں پندرہ خصلتیں ہیں۔ ان میں پانچ تو ایسی ہیں جن کے متعلق آپ کے قاصدوں یعنی (مبلغین یا داعیان اسلام) نے ہمیں دعوت دی ہے اور پانچ ایسی ہیں جن کے متعلق ہدایت کی ہے کہ ان پر عمل کریں اور پانچ وہ ہیں جن کے ہم زمانہ جاہلیت سے پابند ہیں اور اب تک ان پر قائم ہیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا وہ پانچ باتیں کون سی ہیں جن پر تم کو ایمان رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا۔

(۱) اللہ پر ایمان

(۲) اس کے فرشتوں پر ایمان

(۳) اس کی کتابوں پر ایمان

(۴) اس کے رسولوں پر ایمان

(۵) مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے پر ایمان۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ وہ پانچ باتیں کیا ہیں جن پر تمہیں عمل کرنے کی ہدایت کی

گئی انہوں نے عرض کیا کہ۔

(۱) ہم اقرار کریں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(۲) نماز کی پابندی کریں۔

(۳) زکوٰۃ ادا کریں۔

(۴) رمضان کے روزے رکھیں۔

(۵) اگر استطاعت ہو بیت اللہ کا حج کریں۔

آپؐ نے فرمایا: اچھا اب وہ پانچ باتیں بتاؤ جن پر تم زمانہ جاہلیت سے کار بند ہو؟ انہوں نے کہا۔

(۱) خوشحالی کے وقت شکر کرنا۔

(۲) مصیبت پر صبر کرنا۔

(۳) راضی برضائے الہی رہنا۔

(۴) آزمائش کے وقت راست بازی پر قائم رہنا۔

(۵) دشمنوں کی مصیبت پر ہنسی نہ اڑانا۔

جب آپؐ نے ان کی حکمت اور دانائی کی باتیں سنیں تو تعریف فرمائی اور ان پر دوام کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا۔

”تم لوگ تو بڑے حکیم اور عالم نکلے تمہاری حکمت و دانش گویا انبیاء کی حکمت و دانش ہے۔“

اس طرح ان کے اندر مزید بھلائی اور نیکی کی تحریک پیدا ہوئی اور جب دیکھا کہ اس طرح اقوال اور نصیحت کو یہ لوگ اختیار کرتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں، تو آپؐ نے ان کو مزید پانچ اور نصیحتیں فرمائیں تاکہ کل مجموعہ میں ہو جائے۔ آپؐ نے فرمایا۔

۱۔ ضرورت سے زیادہ مکانات نہ بناؤ (یا وہ مکان نہ بناؤ جس میں تمہیں بسنا نہ ہو)

۲۔ ضرورت سے زیادہ اشیاء خورد و نوش جمع (ذخیرہ) نہ کرو۔

۳۔ جس چیز کو چھوڑ کر کل تمہیں چلا جانا ہے اس میں ایک دوسرے کی حرص نہ کرو۔

۴۔ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتے رہو جس کی طرف پھر تمہیں لوٹنا ہے اور اس کے حضور

جوابدہ ہونا ہے

۵۔ ان چیزوں سے رغبت رکھو جو آخرت میں تمہارے کام آئیں گی جہاں تمہیں ہمیشہ رہنا

ہے۔ (۳)

اہل وفد نے رسول اللہ ﷺ کے ان ارشادات کو قبول کیا اور وطن واپس جا کر ہمیشہ ان پر عمل کیا۔ اس طریقہ دعوت سے منطقی و تدریجی اسلوب اختیار کرتے ہوئے آپ نے پہلے ان کے خیالات و افکار کو جانا اور ان کی عمدہ باتوں کی تعریف و توثیق فرمائی اور اسی تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے مزید پانچ خصلتوں کی نصیحت فرمائی جن کا مضمون سابقہ باتوں سے مختلف تھا۔ جب آپ نے جان لیا کہ یہ افراد ایمان و عبادات پر یقین رکھتے اور عمل کرتے ہیں اور اخلاق عالیہ سے بھی مزین ہیں تو آپ نے پانچ ایسی عادات و معمولات کا تذکرہ فرمایا جس سے ان کے سابقہ اعمال میں پختگی آئے اور عبادات میں اخلاص و محبت پیدا ہو۔ چنانچہ آپ نے جن پانچ باتوں کی تلقین فرمائی ان میں آخرت کا مضمون بیان ہوا اور احتساب و ذمہ داری پر زیادہ زور دیا گیا۔ شاید اسی کی کمی آپ نے ان کے اندر محسوس کی ہو۔ اور اس کے مطابق ان معمولات کو اختیار کرنے کی دعوت دی ہو۔

۲۔ قبیلہ بنی حارث بن کعب سارے عرب میں شجاعت اور بہادری میں مشہور تھا۔ فتح مکہ کے بعد بھی یہ لوگ کفر و ضلالت پر قائم رہے۔ ہجرت میں رسول اللہ ﷺ نے خالد بن ولید کو دعوت اسلام کے لیے ان کی طرف بھیجا۔ حضرت خالد کی دعوت پر سارا قبیلہ ایمان لے آیا اور انہوں نے ایک وفد حضور کے پاس تعلیم و تربیت کے لیے بھیجا۔ وفد کے اراکین بارگاہ رسالت میں پہنچتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ ان سے پوچھتے ہیں کہ:

”زمانہ جاہلیت میں جو تم سے لڑا وہ ہمیشہ مغلوب رہا۔ اس کا کیا سبب

ہے؟“ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کے تین سبب تھے۔“

- ۱۔ ہم اپنی طرف سے کسی پر ظلم یا زیادتی نہیں کرتے تھے۔
 - ۲۔ ہم خود حملہ آور نہیں ہوتے تھے اور نہ لڑائی میں پہل کرتے تھے۔
 - ۳۔ جب ہم پر کوئی لڑائی تھوپ دیتا تو میدان جنگ میں ہم سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتے اور کبھی منتشر نہ ہوتے تھے۔
- حضور ﷺ نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو جو فوج یا جماعت ان اصولوں کے مطابق لڑے گی ہمیشہ غالب رہے گی۔ (۱۵)

رسول اللہ ﷺ وفد کے ایمان و یقین سے واقف تھے اور آپؐ کو یہ بھی معلوم تھا کہ قبیلہ بنی حارث بن کعب شجاعت و بہادری میں کمال رکھتا ہے اور یہی ان کی عظمت و فضیلت ہے۔ چنانچہ آپؐ نے ان کی نفسیات و حالات کو جانتے ہوئے ان کے اس مخصوص شعبہ میں مہارت کا ذکر فرمایا کہ جس کے سبب وہ ہمیشہ غالب رہے اور ظاہر ہے جب کسی کی خاص صفت یا بھلائی و عظمت جس میں وہ ملکیت تام رکھتا ہو یا اس کی وجہ شہرت ہو یا اس کی پہچان کا سبب ہو۔ اس کا تذکرہ کیا جائے تو یہ بات اس کو دنیا و مافیہا سے بہتر لگتی ہے چنانچہ آپؐ نے اسی عظمت کا ذکر کرتے ہوئے ان سے دریافت فرمایا کہ کس سبب سے وہ ہمیشہ غالب رہے۔ چنانچہ جب انہوں نے تین اسباب کا ذکر کیا جو کہ تعلیمات محمدیؐ کے بھی عین مطابق تھے تو آپؐ نے نہ صرف ان کی تعریف و توثیق فرمائی بلکہ یہ بھی فرمایا کہ یقیناً جو کوئی ان اصولوں کے مطابق لڑے گا وہ ہمیشہ غالب رہے گا۔ اس طرح وفد کے اراکین آپؐ کی تعلیمات سے مطمئن ہوئے اور آپؐ کی صحبت سے مزید اکتساب فیض کے لیے چند دن ٹھہرے۔

۳۔ عبدالقیس کا وفد، عبداللہ بن عوف الاثح کی قیادت میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ آپؐ کو بتایا گیا کہ یہ عبدالقیس کا وفد ہے۔ آپؐ نے ان کو مرحبا کہا اور فرمایا۔ عبدالقیس بھی کیسی اچھی قوم ہے۔ ان لوگوں نے آپؐ کو سلام کیا۔ آپؐ نے ان کو دعوت اسلام دی اور وہ مشرف باسلام ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم میں عبداللہ الاثح کون ہے؟۔ عبداللہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں۔ (وہ کر یہ منظر بد شکل تھے) رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ انسان کی کھال کی مشک نہیں بنائی جاتی البتہ آدمی کی نو سب سے چھوٹی چیزوں کی حاجت ہوتی ہے، ایک اس کی زبان اور ایک اس کا دل۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے عبداللہ تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ عبداللہ نے عرض کیا کہ وہ کون سی؟ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ”حلم اور وقار“ انہوں نے عرض کیا کہ یہ چیز پیدا ہو گئی ہے یا میری خلقت اسی پر ہوئی ہے۔ آپؐ

نے فرمایا کہ تمہاری خلقت اسی پر ہوئی ہے۔

اس تبلیغی وفد کی آمد اور ان کے ساتھ آپؐ کے دعوتی اسلوب اور انسانی نفسیات کے لحاظ کی چند باتیں اخذ کی جاسکتی ہیں مثلاً۔

۱۔ سب سے پہلے قبیلہ عبدالقیس کے وفد کی آمد پر خوش آمدید کہا۔

۲۔ اس وفد اور اس کے رئیس کی مدح و توصیف فرمائی۔

۳۔ اس کے رئیس و قائد عبداللہ بن عوف الارج، جو بظاہر بد شکل ہیں ان کی ظاہری شکل و صورت کے برعکس ان کی داخلی صفات اور خوبیوں کا ان سب اراکین وفد کے سامنے ذکر فرمایا کہ حقیقت میں اصل خوبصورتی اور حسن، رنگ و نسل کا نہیں بلکہ وہ اخلاق حمیدہ ہیں جن سے انسان متصف ہوتا ہے اور حضرت عبداللہ الارج میں جو دو خصلتیں اور خوبیوں (حلم اور وقار) ہیں یہی ان کی خوبصورتی اور حسن ہے۔ اس طرح آپؐ نے ان کے (Inferiority Complex) کو ختم کر کے ان کی صفات حمیدہ کا ذکر کیا۔

۴۔ تمام اہل وفد کو انعامات و عطیات سے نوازا اور عبداللہ الارج کو جو کہ وفد کے رئیس تھے سب سے زیادہ انعام دلایا۔^(۱۶)

بعض دفعہ اہل وفد یا وفد کے کسی خاص فرد میں کوئی عیب، برائی یا جاہلی پن دیکھتے تو حکمت اور نفسیات انسانی کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کی طرف اشارہ فرمادیتے۔ تاکہ اہل وفد عموماً اور وہ فرد خصوصاً اس سے اجتناب کرے مثلاً۔

وفد الہبیم میں ابو بجرى جابر بن سلیم جو کہ وفد کے قائد تھے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے ایک قطری تھمبند باندھے ہوئے تھا۔ جس کے کنارے قدموں تک تھے۔ جن سے تکبر و غرور ظاہر ہوتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے نصیحت فرمائیں جو مجھے نفع دے تو آپؐ نے فرمایا۔

تم کسی کو گالی نہ دینا۔ کسی نیکی کو حقیر نہ سمجھنا گو اسی قدر ہو کہ تم اپنے ڈول سے کسی پیاسے برتن میں پانی ڈال دو یا اپنے بھائی سے گلنفتہ روئی سے بات چیت کرو۔ اپنا تھمبند (یا ازار) پنڈلیوں تک اونچا رکھو اور تھمبند کو زیادہ نیچا لٹکانے سے پرہیز کرو کیونکہ یہ تکبر کی

علامت ہے اور اللہ تعالیٰ کو تکبر پسند نہیں۔ (۱۷)

یہاں بھی آپؐ نے براہ راست اور آغاز گفتگو ہی میں مدعو کے تکبرانہ لباس پر تنقید نہیں کی بلکہ جب خود ہی مدعو نے نصیحت کا مطالبہ کیا، جو اس کے لیے نفع بخش ہو تو آپؐ نے دیگر مواعظ کے علاوہ جہمبند لٹکانے سے پرہیز کی نصیحت کی جس سے مدعو پر نفسیاتی اثر ہوا۔

وفد جعفی کے دو افراد حاضر خدمت ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ آپؐ نے ان سے فرمایا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم دل نہیں کھاتے۔ انہوں نے عرض کیا آپؐ کی اطلاع درست ہے۔ واقعی ہم دل نہیں کھاتے۔ آپؐ نے فرمایا۔
”تمہارا اسلام دل کھانے سے مکمل ہو گا۔“

پھر آپؐ نے ان دونوں کے لیے دل منگوایا اور اسے بھونا پھر آپؐ نے ان کو کھانے کے لیے دیا۔ (۱۸)

۲۔ اہل وفد میں سے کوئی رکن عقلی توجیح و توضیح کرتا تو آپؐ اس کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے اور اس کی تعریف فرماتے مثلاً۔

۱۔ وفد بنی قشیر بن کعب کے سردار قرن بن ہبیرہ حاضر خدمت ہوئے ایمان لائے اور پھر کہنے لگے۔

یا رسول اللہ ﷺ ہم نے زمانہ جاہلیت میں اللہ کے سوا کچھ اور خدا بنا رکھے تھے۔ ان میں سے کچھ مذکر (بت) تھے اور کچھ مؤنث (مورتیاں) ہم ان کو پکارا کرتے تھے۔ مگر وہ جواب نہ دیتے تھے۔ ہم ان سے سوال کرتے تھے۔ مگر وہ ہمارا سوال پورا نہ کرتے تھے پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تو ہم نے ان کو چھوڑ کر آپؐ کے پاس آئے اور آپؐ کی دعوت قبول کر لی۔ رسول اللہ ﷺ ان کی بات سنتے رہے اور اس کو پسند فرمایا پھر حجۃ الوداع کے موقع پر یہ اپنے قبیلہ کے ساتھ آئے اور ایک پست اونٹنی پر سوار تھے۔ حضورؐ نے ان کو دیکھ لیا اور ان کو پکارا، جب وہ قریب آئے تو آپؐ نے ان سے پوچھا، جب تم وفد کے ساتھ میرے پاس آئے تھے تو تم نے کیا کہا تھا۔ انہوں نے اپنی مذکورہ بالا باتیں دوہرائیں۔ جب جانے لگے تو آپؐ نے فرمایا:

”جس کو عقل دی گئی وہ کامیاب ہو گیا۔“ (۱۹)

یعنی اب بھی تم ان بتوں کے بارے میں یہی رائے رکھتے ہو۔ تم نے عقل و شعور سے ان معبودانِ باطل کی تردید کی جو نہ کوئی نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں، عقل و شعور بہت بڑی نعمت ہے اور جس نے اس سے کام لیا یقیناً وہ کامیاب و کامران ہوا۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ نے ایک تو مجمع عام میں صحابی محترم کے کلمات دوہرانے سے توحید کی اہمیت واضح فرما دی اور پھر یہ بھی بتایا کہ نہ صرف ان کی شخصیت کو آپؐ اچھی طرح جانتے ہیں بلکہ ان کلمات اور باتوں کو بھی آپؐ جانتے ہیں جو انہوں نے آپؐ کے سامنے کی تھیں۔

۳۔ بعض وفود میں سے کوئی رکن یا فرد حاضر خدمت ہوتا تو آپؐ سے سوال کرتا اور آپؐ فوراً اس کا جواب نہ دیتے بلکہ اسی سے اس کے سوال کا جواب طلب فرماتے تاکہ وہ اس کی خود ساختہ وضاحت کر دے جو اس کے ذہن میں ہے۔ اس طرح اگر وہ جواب مزاج شریعت کے مطابق ہوتا تو آپؐ اس کی تصدیق فرما دیتے اور اس کی مزید تائید فرماتے۔ اس طرح کی ناصحانہ طریقہ سے جو دعوت موثر ہوتی اس کی نظیر نہیں کہ مدعو جب اپنی فکر و آراء کی تصدیق پالیتا ہے یا اس کے اپنے ذہن و فکر کے زاویے کی توثیق ہو جاتی ہے تو اس کا دل خوشی و مسرت سے جمونے لگتا ہے اور وہ مزید اشتیاق و استقامت سے راہ مستقیم پر چلنا شروع کر دیتا ہے۔ چنانچہ ان دعوتی وفود کی آمد اور آپؐ سے ان کے مکالمات کا اس نقطہ نظر سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے اس نفسیاتی اسلوب کے مطابق دعوت دی۔ اس کی چند ایک مثالیں درج ذیل ہیں۔

(۱) بنی مطے کے رئیس، زید النخیل (۲۰) حاضر خدمت ہوئے، اسلام قبول کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ نو دن کی دشوار گزار مسافت طے کر کے آیا ہوں۔ صرف دو باتیں دریافت کرنا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ جو پوچھنا چاہتے پوچھو!

انہوں نے عرض کیا، جو شخص اللہ تعالیٰ کو چاہتا ہے اس کی کیا علامت ہے اور جو اللہ کو نہیں چاہتا اس کی کیا علامت ہے (بروایت دیگر جسے اللہ چاہتا ہے اور جسے نہیں چاہتا اس کی کیا علامت ہے)۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

”تم زندگی کے شب وروز کیسے گزارتے تھے؟“

انہوں نے عرض کیا۔

”میں نیکی اور نیکی کرنے والوں اور اس پر عمل کرنے والوں کو پسند کرتا

تھا۔ اگر میں اس پر عمل کرتا تھا تو اس سے طمانیت ہوتی تھی اور جب

یہ عمل چھوٹ جاتا تھا تو غمگین ہو جاتا تھا۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

”جو اللہ کو چاہتا ہے اور جو نہیں چاہتا اس کی یہی علامت ہے“ (۲۱)

جب وہ اس بات سے مطمئن ہوئے تو آپ سے رخصت لی۔ آپ نے ان کو بارہ

اوقیہ چاندی اور عمدہ خوشبو عنایت فرمائی اور ان کے بارے میں فرمایا۔

”عرب کے جس شخص کی بھی فضیلت بیان کی گئی پھر وہ میرے پاس

آیا تو جو کچھ اس کے بارے میں کہا گیا تھا، میں نے اسے اس سے کم

تر پایا سوائے زید کے“ (۲۲)

رسول اللہ ﷺ کی ساری سیرت اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے دعوت و تبلیغ میں

بھی ہمیشہ مدارج کا لحاظ رکھا ہے۔ مخلص اور منافق متقی اور غیر متقی کے ساتھ آپ ﷺ ایک

طرح کا سلوک نہیں کرتے تھے۔ نہ اس کو پسند کرتے تھے۔ یہ وفد قبائل کی طرف سے اسلام

قبول کرنے کے لیے آتے تھے مگر ان کے ساتھ سلوک ان کے مدارج اور خلوص کے اعتبار

سے ہوتا تھا مثلاً۔

۱۔ حضرت موت سے حضرت وائل بن حجر کی قیادت میں ایک وفد بارگاہ رسالت میں حاضر

ہوا۔ وائل بن حجر اپنے علاقے کے سر برآوردہ رئیسوں میں شمار ہوتے تھے۔ ان کے

دور مدینہ سے پہلے ہی حضور نے صحابہ کرام سے فرمایا۔

”وائل بن حجر جو ملوک حضرت موت کی یادگار ہیں۔ اللہ اور رسول کی

اطاعت قبول کر لی ہے اور وہ دور دراز کی مسافت طے کر کے مدینہ

آ رہے ہیں۔“

جب مدینہ منورہ پہنچے تو حضورؐ نے ان کا پر تپاک خیر مقدم کیا اور اپنی ردائے مبارک ان کے لیے بچھا دی۔ جب وہ ذوق و شوق سے اسلام قبول کر چکے تو اس موقع پر آپؐ نے اپنا دست اقدس ان کے چہرے پر پھیرا اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ الھی وائل، ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد پر برکت نازل فرما اور ان کو حضرموت کے سرداروں کا حاکم بنا۔ (۳۳)

(ii) آپؐ کی خدمت میں قبیلہ نجیب کے تیرہ آدمی حاضر ہوئے اور اپنے ساتھ اپنے مویشی اور اموال میں سے صدقات جو ان پر فرض تھے وہ خود لے کر آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے اموال میں جو اللہ کا حق تھا وہ ہم آپؐ کے پاس لے آئے ہیں۔ حضور ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اس کو واپس لے جاؤ اور اپنے ہی یہاں کے فقراء پر تقسیم کرو۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ ﷺ کے پاس وہی مال لائے ہیں جو وہاں کے فقراء پر تقسیم کرنے کے بعد بچا ہے۔ حضرت صدیق اکبر نے جب ان کا یہ جواب سنا تو فرمایا کہ یا رسول اللہ ﷺ عرب کا کوئی وفد ایسا نہیں آیا جیسا اس قبیلہ نجیب کا وفد۔

”حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہدایت خدا کے اختیار میں ہے جس کے لیے

بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کے قلب میں ایمان کے لیے انشراح پیدا

کر دیتا ہے۔“

اس کے بعد انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ باتیں پوچھیں جو حضور ﷺ نے ان کے لیے لکھ دیں اس کے بعد پھر انہوں نے قرآن اور سنت کے متعلق کچھ سوالات کئے۔ اس سے اور بھی ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو رغبت پیدا ہوئی اور آپؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ ان کی ضیافت بہت اچھی طرح کریں اور حضرت بلالؓ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ان کو ہدیہ اور زاد راہ اس سے زیادہ دیا جتنا عموماً وفد کو دیا کرتے تھے۔ (۳۴)

(۵) اخلاق ایک طاقت ہے بلکہ سب سے بڑی طاقت ہے ایک اچھا سلوک دشمن کو دوست بنا سکتا ہے۔ ایک بیٹھا بول ایک سرکش آدمی سے اس کی سرکشی چھین سکتا ہے۔ ایک ہمدردانہ

برتاؤ ایک ایسے جھگڑے کو ختم کر سکتا ہے جس کو ختم کرنے کے لیے لاشی اور گولی کی طاقت ناکام ہو چکی ہو۔ یہی وہ بات ہے جس کو قرآن مجید میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

لا تستوی الحسنۃ ولا السنیۃ . ادفع بالتی ہی احسن فاذا

الذی بینک و بینہ عداوۃ کأنہ ولی حمیم . (۲۵)

(اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہو سکتی۔ تم جواب میں وہ کہو جو اس سے

بہتر ہو۔ پھر تم دیکھو گے کہ تم میں اور جس میں دشمنی تھی وہ ایسا ہو گیا

ہے جیسے کوئی دوست قرابت والا)

وفود کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز نے ان کو سب سے زیادہ متاثر کیا وہ آپؐ کا حسن سلوک اور اخلاقِ حسنہ تھا، جو بھی آپؐ کے قریب رہتا آپؐ سے محبت کرنے لگتا۔ حلم و وقار، راحت و رحمت، برداشت و سچائی، حسن سلوک آپؐ کے اندر کامل درجہ میں پایا جاتا تھا۔ آپؐ انسانی بلندی کی اعلیٰ ترین مثال تھے۔ جسے نفسیات کی اصطلاح میں متوازن شخصیت (Balanced Personality) کہا جاتا ہے۔

۱۔ بعض وفود خصوصاً آپؐ کے حسن سلوک سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ایمان لے آئے۔ حالانکہ وہ صلح و امن آمان کے لیے آپؐ کے پاس حاضر ہوئے تھے۔ انہی میں سے ایک وفد قبیلہ اشج کا تھا جو ۵ھ میں آیا۔

ایک سو یا اس سے زیادہ آدمیوں پر مشتمل یہ وفد مدینہ منورہ آیا۔ آپؐ کو ان کی آمد کی اطلاع ملی تو آپؐ نے اس بات کا انتظار نہ فرمایا کہ وہ خود بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوں بلکہ آپؐ خود ان کے پاس تشریف لے گئے۔ خیر و عافیت پوچھی اور بڑی دیر تک کمال اخلاق اور محبت کے ساتھ ان سے گفتگو فرماتے رہے، پھر صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ اپنے مہمانوں کی کھجوروں سے تواضع کرو۔ وہ لوگ کھانے سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے انہیں بڑی نرمی کے ساتھ اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔

انہوں نے جواب دیا۔ محمدؐ! ہم اسلام قبول کرنے کے لیے نہیں آئے۔ ہماری آمد کی غرض و غایت یہ ہے کہ آپؐ سے امن و صلح کا معاہدہ کریں کیونکہ آپؐ کی اور آپؐ کی قوم کی آئے دن کی لڑائیوں نے ہمیں سخت پریشان کر رکھا ہے۔

رحمتِ عالم نے خندہ پیشانی سے فرمایا۔ ”جو تم کہتے ہو وہ ہمیں منظور ہے“ چنانچہ امن کا ایک معاہدہ لکھا گیا۔ جس کو فریقین نے منظور کر لیا۔ اس دوران میں اہل وفد حضورؐ کے اخلاقی کریمانہ سے اتنے متاثر ہو چکے تھے کہ معاہدہ صلح معروض تحریر میں آنے کے معا بعد وہ سب پکار اٹھے۔

اے محمدؐ! ”آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور آپؐ کا دین برحق ہے“ (۲۱)
 آپ کے حسن معاملہ اور اخلاق عالیہ نے انہیں تسخیر کر لیا اور سب کے سب دولتِ اسلام سے بہرہ یاب ہو کر اپنے گھروں کو لوٹے اور پیغام بر ہو گئے۔

(ii) بنی سعد بن بکر کی طرف سے ضمام بن ثعلبہؓ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ اپنے قبیلہ کے سربراہ اور نہایت دانا آدمیوں میں شمار ہوتے تھے۔ اس لیے دربارِ رسالت میں اہل قبیلہ نے اپنی وکالت کے لیے صرف انہیں ہی بھیجا کافی سمجھا۔ وہ بدوی سادگی کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچے اور اپنی ناقہ کی مہار تھامے بلا تکلف مسجدِ نبویؐ میں داخل ہو گئے، حضورؐ اس وقت صحابہ کرامؓ کے حلقے میں تشریف فرماتے۔ ضمام نے اونٹنی کو ایک کونے میں بٹھایا اور مجلس کے سامنے کھڑے ہو کر سلام کلام کے بغیر یوں گویا ہوئے۔

تم میں سے کون ابن عبدالمطلب ہے (اکیم ابن عبدالمطلب) آپؐ نے فرمایا میں ابن عبدالمطلب ہوں۔ ضمامؓ نے کہا۔ اے ابن عبدالمطلب آپؐ کا داعی ہمارے پاس آیا تھا۔ اس نے چند باتیں آپؐ کی طرف سے ہمیں بتائی ہیں۔ میں ان کی آپؐ سے تصدیق کرنا چاہتا ہوں۔ میرا لہجہ سخت اور درشت ہے۔ میں سختی سے بات کروں گا۔ آپؐ میرے لہجے کی درشتی سے دل میں غبار تو نہ لائیے گا۔

حضورؐ نے فرمایا تم جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو بلا تکلف پوچھو؟
 پھر وہ سوال کرتا ہے اور حضورؐ نہایت ہی اطمینان سے اس کے ہر سوال کا جواب مرحمت فرماتے ہیں حالانکہ پورے مکالمے میں سائل کا لہجہ درشت رہتا ہے۔ تعلیم و تحمل کا یہ طریقہ اس طرح کارگر ثابت ہوتا ہے کہ وہ شخص بے ساختہ پکار اٹھتا ہے۔

”تو اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو صادق نبی بنایا، میں آپؐ کی بتائی

ہوئی باتوں میں کمی بیشی نہ کروں گا۔ میں آپ کا دین قبول کر چکا ہوں، میں اپنی قوم کا قاصد ہوں میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے۔“ (۲۷)

آپ کے حسن اخلاق، سیرت و کردار اور قبائل عرب کے ساتھ حکمت بھری دعوت کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب یہ دُود اپنے اپنے قبائل میں واپس پہنچے تو انہوں نے ماہ تاباں سرور کائنات ﷺ کی ایک ایک ادا اور آپ کا ہر ہر عمل جو انہوں نے مشاہدہ کیا اور جس کی آپ نے ان کو تلقین فرمائی، اسی طریقے کے مطابق اپنے قبائل میں اس کو پہنچایا۔ اپنی اولاد، خاندان اور پورے قبیلے میں اس دعوت حق کو عام کیا۔ اس طرح بڑے قلیل وقت میں پورا عرب ایمان کی دولت سے منور ہو گیا۔

حواشی

- ۱۔ مؤرخین اور سیرت نگار حضرات نے دُود کی تعداد میں اختلاف کیا ہے، کم از کم ۱۵ اور زیادہ سے زیادہ ۱۴۰ کی تعداد کا ذکر ملتا ہے۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔
- ابن ہشام (م ۲۱۳ھ) اسیرۃ النبویہ ۲/۲۱۱ میں ۲۱ دُود کا تذکرہ ہوا ہے۔ ابن سعد (م ۲۴۰ھ) الطبقات الکبریٰ ۱/۲۲۹۔ مطبوعہ بیروت ۱۹۴۰ء میں ۷۲ دُود کی تفصیل درج ہے۔
- طبری (م ۳۱۰ھ) تاریخ الامم والاملوک، میں ۳۴ دُود کا ذکر ہوا ہے۔
- ابن کثیر، (ت ۷۷۴ھ) نے اسیرۃ النبویہ، میں ۷۱ دُود کے حالات قلمبند کیے ہیں۔ دیگر سیرت نگاروں میں ابن سید الناس (ت ۷۴۴ھ) نے ۲۹، علامہ طبری (ت ۱۰۴۴ھ) نے ۳۵، یعقوبی نے ۳۳، عینی (م ۷۵۸ھ) ۲۸، ابن اثیر نے ۳۱، علامہ تطلانی نے ۳۵ دُود کا ذکر کیا ہے۔
- امام محمد بن یوسف الصائمی الثامی (ت ۹۴۲ھ) نے سبل الہدیٰ والرشاد میں ۱۰۰ سے زائد دُود کی تفصیل بیان کی ہے۔ ایک عرب محقق جنہوں نے، ”الذود علی النبی ﷺ“ پر تحقیقی مقالہ لکھا ہے۔ انہوں نے ایک سو چالیس دُود کا ذکر کیا ہے۔ جو بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: عبد العزیز بن محمد بن عبد اللہ، الذود علی النبی ﷺ، مقالہ برائے پی۔ ایچ ڈی (غیر مطبوعہ) لائبریری، شعبہ اسلامیات، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

۲- اردو ادب سیرت میں ، علامہ شبلی نعمانیؒ نے سیرت النبیؐ ۲/ ۲۷ میں پھر وہ دُود کا ذکر کیا ہے۔ قاضی سلیمان سلمان منصور پوریؒ نے رحمۃ اللعالمینؒ ۱/ ۱۵۷ میں ۲۵ دُود کا ذکر کیا ہے۔

مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے سیرت المصطفیٰؐ ۲/ ۱۹۵ میں ۳۵ دُود کی تفصیلات بیان کی ہیں۔
 پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے (متوفی ۱۹۹۸) نے ضیا النبیؐ میں ۷۲ دُود کا ذکر کیا ہے۔ مشہور سیرت نگار جناب طالب ہاشمی نے اپنی کتاب ”دُود عرب بارگاہ نبویؐ میں“ میں ۱۱۰ دُود کی تفصیل بیان کی ہے، اور اس کے ساتھ قبائل عرب کا تعارف بھی دیا ہے۔

۳- تفصیل کے لیے دیکھیے۔ عمری ، جلال الدین ، مولانا ، عرب کے دُود۔ دربار رسالت میں (یہ دُود تبلیغ دین کا ذریعہ تھے“۔ ماہی تحقیقات اسلامی (علی گڑھ) جلد ۷۔ شماره ۱ (۱۹۸۸) ص ۱۶۵

۳- مولانا سید جلال الدین عمری نے دس کے قریب دُود عرب کی تفصیل بیان کی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ قبائل واپسی پر اپنے اہل و عیال اور عوام الناس کو دین کی دعوت دیتے رہتے تھے اور بعض دُود کے مطالعہ سے یہ بات پایہ اثبات تک پہنچ چکی ہے کہ آپؐ دُود عرب کو تاکید کرتے تھے کہ وہ اپنے بعد والوں کو دین کی باتیں پہنچائیں امام بخاریؒ نے باقاعدہ ایک جگہ یہی باب قائم کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ وصاة النبی ﷺ وفود العرب ان یبلغوا من وراثہم بخاری ، کتاب التمی ، باب وصاة النبی ﷺ وفود العرب ان یبلغوا من وراثہم (رقم ۷۸۳۸)

عقرب ایک مقالہ میں ہم ان سب قبائل کی تفصیل اس انداز میں بتائیں کہ کس قبیلہ میں کس صحابی اور وفد کے رکن کو آپؐ نے مبلغ نامزد فرمایا اور اس کی کوششیں کس قدر باآد و ثابت ہوئیں۔

علامہ یعقوبی واحد مؤرخ ہیں جنہوں نے صراحت کے ساتھ وفد کے قائد سردار یا رئیس کا نام ذکر کیا ہے ، تفصیل کے لیے دیکھیے۔ تاریخ یعقوبی ج ۲، ص ۷۹

۵- ابن سعد نے اس کی صراحت کی ہے۔ جیسے وفد بنی سلمان، کے بارے میں راوی، محمد بن یحییٰ بن سہیل بن ابو حرمہ کا بیان ہے۔ ”وجدت فی کسب ابی حبیب بن عمروہ السلامانی کان یحدث ، اسی طرح وفد بنی عذرہ کے بارے میں ابو عمرو بن حرث عذری کا بیان ہے۔

وجدت فی کتاب آہانی قالوا: قدم علی رسول اللہ ﷺ فی صفر سنة تسع وقدنا اثنا عشر رجلاً فی صفر سنة تسع وقدنا اثنا عشر رجلاً، الطبقات الکبریٰ ، ۱/ ۲۳۱، ۲۳۲

۶- تفصیل کے لیے دیکھیے ، وفد وائل بن حجر، ابن کثیر، البدیۃ ۷۹۵

۷۔ ان قبائل کو رملتہ بنت الحارث کے گھر ٹھہرایا جاتا۔ بعض اوقات مسجد نبوی میں بھی وفد ٹھہرتے تھے۔ اور بعض کو صحابہ کرام خاندانی و قبائلی تعلق کی بنا پر اپنے ہاں ٹھہراتے تھے، لیکن عموماً وفد مذکورہ صحابہ کے گھر ہی ٹھہرتے۔ جیسا کہ آپ نے وفد سلاماں کے بارے میں فرمایا: انزل هؤلاء الوفد حیث یبذل الوفود۔ ابن سعد/۳۳۲

۸۔ مقریزی۔ (متوفی ۸۴۵ھ) نے اپنی کتاب ”الامتاع الاسماع“ میں وضاحت کی ہے کہ آپ خوبصورت لباس پہنتے تھے۔

وكان صلى الله عليه وسلم اذا قدم الوفود لبس احسن ثيابه وأمر اصحابه بذلك ، امتاع الاسماع ، دار الكتب العلميه بيروت ۱۹۹۹ء

امام صالح شامی لکھتے ہیں۔ ثوب رسول الله عليه وسلم الذي كان يخرج فيه للوفود حضرمي طولہ أربعة اذرع وعرضه ذراعان وشبر. (سبل الهدى والرشاد ، ج ۶، ص ۲۵۹)

۹۔ مثلاً جب وائل بن حجر آپ کے پاس آئے تو ان کے لیے اپنی چادر بچھا دی (ابن سعد/۵۲)

۱۰۔ کتابی القاسی الترتیب الادریۃ ، رباط ، ۱۳۳۶ھ ، ۱/۳۵۱

۱۱۔ بنی سلیم کے ایک فرد ”غادی بن عبد العزی“ کا نام بدل کر ”راشد بن عبد رب“ رکھا ، ابن سعد ۱/۳۰۷ کے قبیلہ جمہینہ کے ایک شخص عبد العزی بن بدر کا نام عبد اللہ بن بدر رکھا۔ (ابن سعد/۳۰۸)

۱۲۔ (ابن سعد ، الطبقات الکبری ، ۱/۲۱۸)

۱۳۔ (بخاری ، کتاب الجہاد ، ۱/۳۳۹ و ابو دوؤد ، کتاب الخراج وکف ۲/۲۲۱)

۱۴۔ یمن کے قحطانی قبائل کی نسل سے بنو ازد کی مختلف شاخیں وجود میں آئیں۔ ان میں ازد شؤۃ ، ازد السراۃ ، ازد عمان ، ازد جرش مشہور ہیں ان کو ازد یمن بھی کہتے ہیں۔ یہ بطون اطراف یمن ، عمان اور بحرین میں آباد ہوئے (بلاذری ، فتوح البلدان: ۷۶)۔ زرقانی (م ۱۱۲۲ھ) المواهب اللدنیۃ بالمنح المحمدیہ ، بیروت ۱۹۹۶ ج ۵ ، ص ۲۲۶ ان کی تفصیل بیان کی ہے ، اہل وفد نے زمانہ جاہلیت کے اپنے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہا۔

الشکر عند الرخاء

والصبر عند البلاء

والرضاء بمر القضاء

والصدق فی مواطن اللقاء

وترک الشماتة بالأعداء

آپ نے ان کی یہ باتیں سنی تو فرمایا :

حکماء علماء کادوا من فقههم أن یكونوا انبیاء، ابن کثیر، بدلیہ والنہلیہ، ج ۵، ص ۹۵، میں اس وفد کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔

۱۵۔ بنو حارث بن کعب یمن کے علاقہ نجران میں اقامت گزریں تھے، یہ ایک جنگجو قبیلہ تھا، جس زمانے میں آفتاب رسالت کوہ فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہوا، اس قبیلے کی شجاعت اور کامرانوں کی سارے عرب میں دھوم مچی ہوئی تھی (طالب ہاشمی، وفد عرب بارگاہ نبویؐ میں، ص ۲۱۹)۔ وفد کے قائد حضرت قیس بن الحصین تھے، جب یہ وفد واپس جا رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم انصاری کو وفد کے ساتھ اہل قبیلہ پر محصل اور معلم بنا کر روانہ فرمایا اور انہیں ایک تحریری فرمان عطا فرمایا جس میں فرائض، حدود اور شریعت کے احکام درج ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ آپ نے اس فرمان میں دعوتی و تربیتی اصولوں کی بھی نشاندہی فرمائی، تفصیل کے لیے دیکھیے: ابن کثیر، البدلیہ والنہلیہ ۹۸/۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۳۳۹، وابن ہشام ج ۴، ص ۲۶۴

۱۶۔ بخاری، کتاب الایمان، باب اداء الخمس من الایمان، مسلم کتاب الایمان، باب الامر بالایمان باللہ تعالیٰ، نیز تفصیل کے لیے دیکھیے، طبقات ابن سعد / ۳۱۵، رزقانی، ۱۳۳/۵ اصابة فی تمیز الصحابہ ۱۷۸/۲ اسئل الہدیٰ والرشاد ۳۶۸/۶

قبیلہ عبدالقیس بحرین کا رہنے والا تھا۔ یہ لوگ سید الفطرت تھے اور فتح مکہ سے بہت پہلے دعوت اسلام قبول کر چکے تھے۔ یہ دو مرتبہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے پہلی مرتبہ ان کے وفد میں تیرہ آدمی تھے۔ اور دوسری مرتبہ میں (۲۰) (بقول ابن سعد) رزقانی نے ”شرح مواہب“ میں نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک دن فرمایا کہ ابھی تمہارے پاس کچھ لوگ آرہے ہیں۔ جو اہل مشرق میں سب سے بہتر ہیں اہل وفد نے جب حضور ﷺ کو دیکھا تو اپنا سامان وچین چھوڑ کر دیوانہ وار حضور ﷺ کی طرف لپکے اور آپ کے دست مبارک چومنے لگے۔ تاہم اس وفد کے سردار مندربن عاکبہ معروف بہ اشج نہایت بردبار اور زیرک تھے۔ انہوں نے اپنے گرد آلود لباس میں آپ کی خدمت

حاضر ہونا مناسب نہ سمجھا۔ انہوں نے پہلے ستر کے کپڑے اتارے اور دوسرا صاف ستھرا لباس پہنا اور پھر نہایت اطمینانی کے ساتھ حاضر ہوئے اور دست مبارک کو بوسہ دیا۔

۱۷۔ نبی شہیم مشہور عدنانی قبیلے بنو تمیم کا ایک بطن تھے، یہ لوگ اضلاع نجد میں آباد تھے۔ ابو بھری جامد بن سلیم نے اپنی آمد اور حضورؐ سے اپنی گفتگو کی تفصیلات بیان کی ہیں، اس کو ابو داؤد کے علاوہ امام ترمذی (حدیث نمبر ۲۶۳۵) اور امام احمد (حدیث نمبر ۱۷-۱۹۷۱۵) نے بیان کیا ہے۔ ابو داؤد، کتاب اللباس، باب ما جاء فی إسمال الإزار، رقم حدیث ۳۵۶۲۔

۱۸۔ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کو یہ تعلیم دینا چاہتے تھے کہ کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام نہیں کر لینا چاہیے۔

یہ دو افراد، قیس بن سلمہ بن شراہیل، اور سلمہ بن یزید بن مشجعہ، آپس میں ماں جائے بھائی تھے۔ ایمان لانے کے بعد انہوں نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ ہماری ماں، غریبوں کو کھانا کھلاتی، مسکینوں پر رحم کرتی، اور قیدیوں کو چھوڑتی تھی۔ اس نے اپنی زندگی میں اپنی چھوٹی بیٹی کو زندہ دفن کر دیا تھا۔ اس کا کیا حال ہے حضورؐ نے فرمایا ”زندہ درگور کرنے والی دوزخ میں ہے۔“

اس سے ان کی رگ جہالت بھڑک اٹھی۔ اور دونوں ناراض ہو کر چل دیئے اور کہنے لگے ہم ان کا اتباع نہیں کریں گے۔ گویا دونوں مرتد ہو گئے۔ راستہ میں ایک صحابی کو پکڑ کر باندھ دیا اور صدقہ کے اونٹ لے کر بھاگ گئے۔ حضورؐ کو اطلاع ملی تو آپؐ نے دونوں پر لعنت بھیجی (ابن سعد، الطبقات ۳۶۳/۱)

۱۹۔ ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ۴/۳۰۲ بذیل قرہ بن صہیرۃ

ابن حجر (۸۵۲ م) الاصابة فی تمييز الصحابة احياء التراث العربی،

بیروت - ۱۳۲۸ھ، ج ۳/۲۳۲ بذیل قرہ

۲۰۔ زرقانی، ج ۵/۱۵۸، امام زرقانی فرماتے ہیں کہ:

وكان من اعظمتهم خلقاً، واحسنهم وجهاً وشعراً۔

حضورؐ نے ان سے نام پوچھا، انہوں نے عرض کیا ”زید الخلیل“ آپؐ نے فرمایا نہیں تم ”زید الخیر

“ہو (ابن سعد، الطبقات ۳۲۱/۱)

۲۱۔ سبل الهدی والرشاد، ۶/۳۵۸ وابو نعیم، الحلیۃ الاولیاء، ۳/۱۰۹،

الحیثی ، مجمع الزوائد ، ۷/۱۹۷۔

۲۲۔ ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ - ۳۲۱/۱۔

۲۳۔ خضر موت بلاد عرب میں یمن کے مشرق میں ایک وسیع علاقہ ہے جس کی تمام جنوبی سرحد پر سمندر ہے۔ اس کے جنوب مشرق کی سمت میں مہرہ کا علاقہ ہے۔ علامہ ابن حزم کے بیان کے مطابق خضر موت کا نام خضر موت بن قطان کے نام سے ماخوذ ہے۔ (ابن حزم: الجہرۃ انساب العرب، ص ۴۶۳)۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ، سبل الہدیٰ والرشاد ۶/۳۳۱۔

۲۴۔ بنو نجیب کا تعلق قبیلہ کندہ سے تھا۔ یہ خضر موت کے وسط میں انکر میں رہتے تھے۔ بعض کتابوں میں اس قبیلے کا نام نجیب بھی بتایا گیا ہے۔ سبل الہدیٰ والرشاد، ۳/۲۱۵ ، ابن سعد ۱/۳۲۳۔

۲۵۔ حم السجدہ ، ۴۱۔

۲۶۔ ابن سعد/۳۰۶، بلاذری ، انساب الاشراف ۱/۵۳۱، سبل الہدیٰ والرشاد ۶/۲۷۳۔

۲۷۔ بخاری، کتاب العلم ، باب القراءة والعرض علی المحدث ، مسلم کتاب الایمان باب السؤال

عن ارکان الاسلام

مسلم میں ضام بن ثعلبہ کے نام ذکر نہیں ہوا، رجل من اهل البادية کہا گیا ہے۔ ابن ہشام ۳/۲۴۔

ابن سعد/۲۹۹، الاصابة فی تمیز الصحابة ۲/۲۱۱۔

